اصلاحی مواعظ ۱۹

دین کیا ہے

دین کی حقیقت اور اُس کا صحیح مفہوم
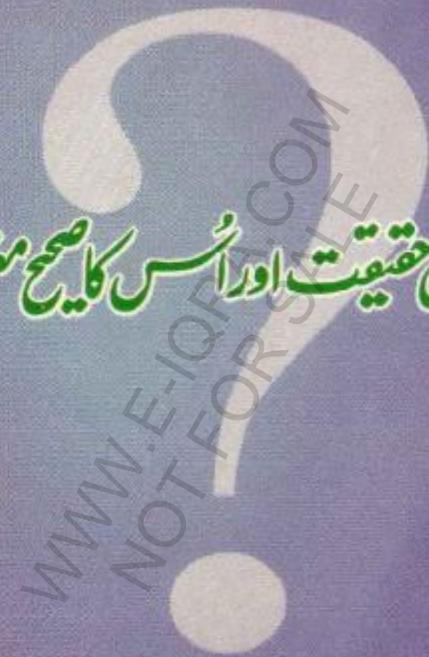
جسٹس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون: ۷۳۵۲۲۸۳

موضوع	:	دین کیا ہے؟
وعظ	:	جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم
ضبط و ترتیب	:	محمد ناظم اشرف
مقام	:	سٹاف کلب، فوجی فرٹیلائیزر کمپنی، کراچی
باہتمام	:	محمد ناظم اشرف
ناشر	:	بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انار کلی، لاہور
		فون : ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم	=	۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انار کلی لاہور
ادارہ اسلامیات	=	۱۹۰ انار کلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	ارجن بلڈنگ، موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
ادارۃ القرآن	=	چوک لسبیلہ گارڈن ایسٹ کراچی
ادارۃ المعارف	=	ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم	=	جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد از خطبہ مسنونہ

امّا بعدُ فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرَّجیم بسمِ اللّٰہ

الرّحمٰنِ الرَّحِیم ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الاِسْلاَمُ﴾

(سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۹)

جناب صدر اور معزز حاضرین! اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

دین کا مطلب سمجھنے کی ضرورت

''دین کی حقیقت'' کہنے کو تو اگرچہ تین لفظوں کا مجموعہ ہے لیکن اگر ہم اس کی تشریح کرنا چاہیں تو ایک طویل موضوع بن جائے گا اور وہ اس طرح کہ پھر اس میں دین کے تمام گوشے آجائیں گے۔ لیکن میں اس وقت ایک بنیادی نکتہ کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں' وہ یہ ہے کہ آج کی فضا میں جب دین کا نام لیا جاتا ہے تو عام طور

سے اس کو دنیا کا حریف اور مدّمقابل سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح جب کسی طرف سے یہ پکار بلند ہوتی ہے کہ دین کی طرف آؤ تو اس کا مطلب بسااوقات یہ سمجھا جاتا ہے کہ دنیا کو بالکل چھوڑ دو۔ اور ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر ہم دین کی طرف آگئے تو ہمیں اپنی دنیا کی ضروریات، تقاضے، خواہشات اور دنیا میں رہنے سہنے کے معروف طریقے چھوڑنے پڑیں گے ورنہ ہم دین کی برکات حاصل نہیں کر سکتے۔ گویا دین و دنیا کو اس طرح ایک دوسرے کا حریف سمجھا جاتا ہے کہ دونوں جمع ہی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے میں اس محفل میں یہ بات مختصراً عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دین کی حقیقت کیا ہے؟ اور یہ کس معنی میں دنیا کا مدّمقابل ہے اور کس معنی میں دنیا کا مدّمقابل نہیں۔

دین کے لئے ہی انسان کو پیدا کیا گیا ہے

بات دراصل یہ ہے کہ جس شخص کو بھی اللہ جلّ شانہ کی ذات پر ایمان ہے یعنی وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ یہ کائنات کسی بنانے والے نے

بنائی ہے' یہ چاند' سورج اور ستارے وجود میں لانے والا اور انسان کو پیدا کرنے والا کوئی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس کے اس بنانے اور بنا کر بھیجنے کا بھی تو کوئی مقصد ہو گا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا طریقہ بھی ضرور ہو گا۔ کیونکہ ایسا ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو بغیر کسی مقصد کے پیدا کر دے اور انسان کو ہدایت کی روشنی سے محروم کر کے اندھیرے میں چھوڑ دے۔ حاصل یہ کہ جس شخص کو بھی اللہ جل شانہ کے وجود کا یقین ہے اس کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس نے انسان کو ہدایت اور دنیا میں رہنے سہنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔

دنیا میں دو قسم کے معاملات

اس کو دوسرے عنوان سے یوں بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ عالم الغیب بھی ہے اور حکیم مطلق بھی' اس لئے وہ جانتا تھا کہ انسان کے اس کائنات میں پہنچنے کے بعد وہ بعض چیزوں کو تو اطمینان سے سمجھ کر کسی بیرونی رہنمائی کے بغیر' ان کا اعتراف کر کے ان پر

عمل کر سکے گا۔ لیکن ساتھ ساتھ اللہ کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر انسان کو کسی بیرونی رہنمائی کے بغیر چھوڑ دیا گیا تو کچھ معاملات ایسے بھی ہیں کہ جس میں انسان کی عقل ٹھوکر کھائے گی، جس کی وجہ سے انسان کے بھٹکنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس اندیشے سے بچاؤ کے لئے انسان کو احکامات کا ایک ایسا مجموعہ عطا فرما دیا کہ جن کی وجہ سے انسان اچھے اور برے کی پہچان کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت کا خلاصہ

جس جگہ عقل کو کسی بیرونی رہنمائی کی ضرورت نہیں اس کی مثال ایسے ہے کہ اگر ایک طرف گندگی پڑی ہوئی ہو اور دوسری طرف صفائی ستھرائی ہو تو جس انسان کے اندر انسانیت کا ذرا سا بھی شائبہ ہے وہ کبھی بھی گندگی کو پسند نہیں کریگا بلکہ ہمیشہ صفائی کو پسند کرے گا۔ معلوم ہوا کہ ایسی چیزوں میں احکام کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ عقل اس

بات کا صحیح فیصلہ کر دیتی ہے کہ گندگی کے مقابلے میں صفائی زیادہ

پسندیدہ ہے۔

اسی طرح لذیذ اور بد مزہ، میٹھی اور کڑوی چیزوں کے بارے میں کسی

بیرونی رہنمائی کی ضرورت نہیں لیکن جن چیزوں میں انسان کی عقل

دھوکہ دے سکتی تھی وہاں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے

ذریعے ہدایت کا سامان مہیا کیا اور بتایا کہ یہ چیز اچھی ہے اور یہ بُری ہے

اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی ہدایت کا خلاصہ ہے۔

حقیقی دین کونسا ہے

جب گذشتہ کی ہوئی بات سمجھ میں آگئی تو اب یہ سمجھئے کہ دین کی حقیقت

کیا ہے؟ چنانچہ شروع میں تلاوت کردہ آیت میں ارشاد خداوندی

ہے۔

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الاِسْلَامُ﴾

(سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۹)

''بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین'
اسلام ہی ہے''

یعنی وہ حقیقی دین جو اللہ نے بندوں کے لئے چنا اور پسند فرمایا ہے وہ اسلام ہے۔
اسلام کے مصداق کے متعلق تو الحمد اللہ ہر مسلمان کو علم ہے کہ اس کا مصداق توحید ورسالت' آخرت اور عقائد ہیں۔

اسلام کا معنی کیا ہے؟

لیکن جس چیز کی طرف میں آپ حضرات کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اسلام کا لفظی معنی ہے ''سر جھکا دینا'' ''تابع بن جانا'' یعنی متبوع جس شخص کا تابع ہوا ہے اس کے ہر قول پر سر تسلیم خم کر دینا۔
جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اُدخُلُوافِی
السِّلْمِ کَآفَّۃ﴾

(سورۃالبقرہ آیت نمبر ۲۰۸)

"اے ایمان والو! اسلام میں داخل ہو جاؤ
پورے کے پورے"

یہاں اس بات میں غور یہ کرنا ہے کہ ایک طرف تو اس آیت میں خطاب ہی ان لوگوں سے ہے جو ایمان لا چکے اور دوسری طرف یہ حکم دیا جارہا ہے کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ معلوم ہوا کہ کلمۂ توحید جس سے انسان کا ایمان لانا ثابت ہوتا ہے اس کو پڑھ لینا کافی نہیں۔ اور صرف اس سے ایمان مکمل نہیں ہوتا بلکہ ایک اور کام ہے جس کو سرانجام دینے سے انسان اسلام میں داخل ہو سکے گا' اور وہ کام یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے اس طرح سر جھکا دے کہ اس کے آگے کسی طرح کی چوں چرا کی گنجائش نہ رہے۔

اسلام کی حقیقت یہ ہے

اور میں اس موقع پر یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ''سورۂ صٰفّٰت'' میں جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہم السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے وہاں اسلام کا لفظ لایا گیا ہے۔ مختصراً اس واقعہ کو عرض کیئے دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر رہے ہیں۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس حکم کو پورا کرنے اور بیٹے کو آزمانے کے لئے فرمایا:

﴿یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی﴾

(سورۃ الصفت آیت نمبر ۱۰۲)

اب اگر آپ غور کریں کہ ایک انسان کو قتل کرنا تو ویسے ہی گناہ کبیرہ ہے اور قرآن حکیم میں بھی ارشاد ہے''

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾

(سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۲)

"جو کوئی ایک جان کو بغیر کسی جان کے بدلے قتل کرے یا زمین میں بغیر فساد کرنے کے قتل کرنے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر ڈالا"

اور قتل بھی نابالغ بچہ کا ہو تو وہ اور زیادہ گناہ کا باعث ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حالت جنگ میں بھی نابالغ بچے کے قتل سے روکا ہے۔

﴿نَهٰى عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ(۱)﴾

(رواہ الترمذی عن ابن عمرؓ)

"رسول ﷺ نے حالت جنگ میں عورتوں اور بچوں کو قتل سے منع فرمایا ہے"

پھر اگر وہ نابالغ بچہ خود اپنا بیٹا ہو اور اس کو قتل کرنے کا حکم آجائے تو عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ نابالغ بیٹے کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن وہ بیٹا جو کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کا تھا اور جس کی صلب سے جناب نبی اکرم سرور دو عالم ﷺ تشریف لانے والے تھے' اس نے جواب دیا۔

﴿یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾

(سورۃ الصفت آیت نمبر ۱۰۲)

''اے ابا جان! آپکو جو حکم دیا جاتا ہے
اس کو کر گزریئے''

اس تمام واقعہ کو نقل کرنے کے بعد قرآن اس قصے کو یوں پورا کرتا ہے۔

﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ﴾

(سورۃ الصفت آیت نمبر ۱۰۳)

''جب باپ اور بیٹے نے سر تسلیم خم کر دیا
اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا''

تو یہاں جو لفظ اسلام لایا گیا ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود

ہے کو در حقیقت اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کوئی حکم آجائے تو انسان آگے سے ''کیوں'' کا سوال نہ کرے بلکہ اس پر سر تسلیم خم کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔اس لئے کہ ''کیوں'' کا سوال بندگی کا نہیں بلکہ اعتراض کا ہے۔

احکام اسلام کے بارے میں ایک گمراہانہ طریقہ۔

جیسا کہ ہمارے یہاں جب بھی دین سے متعلق کوئی حکم بیان کیا جاتا ہے تو اس میں ایک گمراہانہ طریقہ رائج ہے کہ ایسا حکم کیوں ہے؟ اور بعض اوقات اس کے پیچھے یہ جذبہ ہوتا ہے کہ اگر یہ بات ہماری سمجھ میں آگئی تو ہم اس کو مان کر اس پر عمل کریں گے ورنہ نہیں۔ یہ چیز اسلام کی روح کے خلاف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی مواقع پر حکم بھیجے ہیں جہاں انسانی عقل کے ٹھوکر کھانے کا اندیشہ تھا۔ لہٰذا اگر کسی حکم کی مصلحت سمجھ میں نہ آئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

دین کے احکام میں تاویلات کی تلاش کا رویہ

اگر آپ مغربی فلسفے کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ایک ایسا طبقہ بھی گذرا ہے جس کا دعویٰ ہی یہ ہے کہ اس کائنات میں خیر و شر یعنی اچھائی اور برائی سب اضافی چیزیں ہیں۔ لہٰذا جس ماحول میں جو چیز جس حیثیت سے رائج ہو گی اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور وہ لوگ احکامات میں طرح طرح کی تاویلات کرتے ہیں۔ مثلاً حکم شرعی ہے کہ خنزیر کا گوشت حرام ہے، اگرچہ طبّی نقطۂ نظر سے اس کی کچھ وجوہات ہماری سمجھ میں بھی آجاتی ہیں لیکن حقیقی وجہ اللہ ہی کے علم میں ہے، لیکن وہ خنزیر کے گوشت کے جواز کا دعویٰ کر کے اس کی دلیل یوں پیش کرتے ہیں کہ جس وقت خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا اس وقت عرب میں خنزیر گندی جگہوں پر پھرتے رہتے تھے اور نجاست کھاتے رہتے تھے جس کی وجہ سے ان سے بیماریاں پیدا ہوتی تھیں۔ لیکن آج کل خنزیروں کی تربیت بہت اچھے انداز میں ہو رہی ہے لہٰذا

علت ختم ہو جانے کی وجہ سے حکم بھی باقی نہ رہا۔ اور بات اتنی بڑھ چکی ہے کہ ایک صاحب تو مجھ سے اس بات پر بحث کرنے کو بھی تیار تھے اور کہتے تھے کہ علماء کو چاہیے کہ خنزیر کے حرام ہونے کے حکم کے بارے میں اجتہاد کریں کہ خنزیر فلاں وجہ سے حرام تھا اب چونکہ وہ وجہ ختم ہو گئی ہے اس لئے وہ حکم بھی ختم ہو گیا اور خنزیر کا گوشت حلال ہے۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ انسان نے اپنی عقل کو وہاں استعمال کیا جہاں انسانی عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے لہٰذا یہ طرز عمل کہ احکامات دینیہ کے بارے میں حقیقی مصلحت کا سوال کرنا اور مصلحت کے سمجھنے پر عمل کو موقوف کرنا دین کی حقیقت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

حکمت دین کا سوال کرنا نامناسب ہے

اس بات کو میں ایک مثال سے سمجھایا کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں انسانوں کے دو درجے ہوتے ہیں جن میں سے ایک درجہ غلامی

کا جو الحمد للہ ختم ہو چکا ہے اور اس کی جگہ ملازمت آگئی ہے' جو غلامی سے بہت کم درجہ کی نسبت رکھتی ہے کیونکہ غلامی میں غلام کو چوبیس گھنٹے کام کاج اور خدمت وغیرہ کے لئے موجود ہونا ضروری ہوتا تھا اور ان کی کوئی تنخواہ بھی مقرر نہیں ہوتی تھی جبکہ ملازمت میں چوبیس گھنٹوں میں سے مخصوص وقت تک کام کاج کرنے پڑتے ہیں نیز ملازم کو تنخواہ بھی دی جاتی ہے۔

آپ کے گھر میں ایک ملازم ہو اور آپ اُس سے یہ کہیں کہ مجھے ۵ گڑوی دودھ لا کر دو! اور وہ ملازم کہے کہ آپ یہ دودھ کیوں منگوا رہے ہیں ؟اس کی وجہ بتائیں' جب تک آپ مجھے اس کی وجہ نہ بتائیں گے میں آپ کو دودھ لا کر نہیں دوں گا تو بتایئے کہ اس کے مقابلے میں آپ کا کیا ردعمل ہو گا؟ ظاہر ہے آپ اس سے ناراض ہوں گے حالانکہ وہ بھی آپ ہی کی طرح کا ایک انسان ہے لیکن آپ اسے نہیں بتاتے۔ تو وہ اللہ جو خالق و مالک اور کائنات کی تمام چیزوں کا عالم ہے اس کے مقابلے میں تمہارا علم کیا حقیقت رکھتا ہے؟ لہٰذا بندے کو یہ حق

کیسے دیا جا سکتا ہے کہ وہ کہے کہ پہلے مجھے اس کی حکمت بتاؤ پھر اس پر عمل کروں گا۔ اس بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۝﴾

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۶)

"جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی حکم آ جائے تو مومن مرد و عورت کے لئے اپنے کام میں کوئی اختیار نہیں رہتا"۔

زاویہ نگاہ تبدیل کرنے سے دین حاصل ہو سکتا ہے۔

البتہ یہ بات سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے جو احکام دیے ہیں جن کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے وہ احکام انسان کی زندگی میں

معدودے چند (گنتی کے چند) ہیں اور ان کے علاوہ زندگی کا سارا حصہ آزاد ہے' مثلاً کھانا پکانا اور معیشت کا انتظام وغیرہ بے شمار دائرے غیر معین اور کسی بھی حکم کے بغیر ہیں۔

دین کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ کے دیئے ہوئے احکام کا پابند ہو جائے۔ خواہ وہ احکام اوامر ہوں یا نواہی اور باقی امور میں بھی اگر انسان ان کا پابند ہو جائے تو وہ بھی دین بن جائے گا۔جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ دین اور دنیا ایک دوسرے کے حریف نہیں بلکہ ایک دوسرے کے مؤید اور مکمّل (تکمیل کرنے والے) ہیں۔

یعنی دنیوی زندگی میں اگر ذرا سا زاویۂ نگاہ بدل لیا جائے تو یہی دنیا دین بن جاتی ہے۔ مثلاً کھانا تو ہر شخص کھاتا ہے لیکن اگر اس نقطۂ نظر سے کھانا کھایا جائے کہ یہ میرے اللہ کی عطا ہے اور اس کی ایسی نعمت ہے جو میں نے حلال طریقے سے کمائی ہے اور میں اس کو اس لئے کھا رہا ہوں تاکہ جو حق اللہ نے میرے نفس کا مجھ پر عائد کیا ہے میں اس حق کو ادا

کر دوں، تو یہ بھی دین بن جائے گا۔ جیسے آپ نے وہ تصویریں تو دیکھی ہی ہوں گی جس کو ایک طرف دیکھنے سے ایک چیز اور دوسری طرف دیکھنے سے دوسری چیز نظر آتی ہے بالکل اسی طرح دین اور دنیا کا معاملہ ہے۔

دین اور دنیا ایک دوسرے کے حریف نہیں

میں ایک پریکٹیکل بات عرض کرتا ہوں کہ صبح اٹھنے کے بعد انسان یہ تہیّہ کر لے کہ میں آج کے دن جو بھی کام کروں گا وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق انجام دوں گا اور ہر کام اللہ تعالیٰ کے عائد کئے ہوئے حقوق کی ادائیگی کے لئے کروں گا۔ بس اگر آپ ڈیوٹی پر جا رہے ہیں تو اس تہیہ کے ذریعے آپ کا سارا دن دین بن جائے گا۔ اگر آپ بیوی بچوں کے ساتھ اسی نیت سے خوش طبعی کر رہے ہیں تو یہ بھی دین ہے اور اس میں صرف ایک شرط ہے کہ وہ کام ناجائز یا حرام طریقے کے حصول کے لئے نہ کر رہا ہو تو یہی عمل آخرت میں اس کے

دخول جنت کا سبب بن جائے گا۔ حاصل یہ کہ دین اور دنیا ایک دوسرے کے حریف نہیں ہیں۔

تصوف بھی دین میں ہے

معیشت کو انجام دینے کے جو طریقے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں مثلاً زراعت، ملازمت، صنعت اور تجارت غرضیکہ تمام کام نیت کی تقدیر پر دین بن جاتے ہیں۔ امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ نے کتابیں تو بہت تصنیف کی ہیں، لیکن تصوف اور روحانیت کی موضوع پر آپ نے کوئی کتاب نہیں لکھی؟ توانھوں نے فرمایا کہ میں نے انسان کی معیشت کے بارے میں جو کتاب لکھی ہے وہ تصوف ہی تو ہے اس لئے کہ میں نے اس میں لکھا ہے کہ معیشت حاصل کرنے کے جو بھی طریقے ہیں ان کو انسان اللہ کی رضامندی کے لئے استعمال کرلے تو یہی چیزیں انسان کے لئے دین اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور درحقیقت یہ بھی تصوف ہی کی بات ہے۔

انسان کا ہر لمحہ دین بن سکتا ہے۔

انسان کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس کو وہ دین نہ بنا سکے۔ صرف اور صرف اخلاص نیت سے انسان اپنی دنیا کو دین بنا سکتا ہے بشرطیکہ احکام الٰہیہ کے مطابق ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اتنا کام اور کرے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان سے بچنے کا اہتمام کرے تو ساری دنیا دین بن جائے گی۔

رہی یہ بات کہ آپ کو حلال اور حرام چیزوں کے بارے میں علم کیسے ہو تو اس کے لئے اگر آپ روزانہ پانچ منٹ بھی نکالیں تو آہستہ آہستہ آپ کو یہ ساری باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ اور ایک دوسرا کام یہ ہے کہ آپ حضرات اپنے اپنے گھروں میں چوبیس گھنٹوں میں سے صرف دس منٹ نکال کر سب گھر والوں کو جمع کر کے کوئی ایسی کتاب پڑھ کر سنا دیا کریں جس میں رسول ﷺ کی سیرت' حلال و حرام اور فرائض و واجبات کی نشاندہی کی گئی ہو اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے اس پر عمل کی توفیق کی دعا مانگ لیا کریں تو آپ کی دنیا آپ کا دین بن جائے گی۔

اس کے لئے میں آپ کے سامنے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی قدس اللہ سرّہ کی کتاب اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی تجویز پیش کرتا ہوں جو حضور ﷺ کی سیرت اور آپ کی سنتوں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور دین کی صحیح سمجھ عطاء فرمائے۔

آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین